طاقتیں اپنے مفادات کے تحت تعلیم کی تشکیل میں خود سامنے آکر نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد اپنے دیباچے میں بجا طور پر ماتم کناں ہیں: "یہ کیسی تاریکی ہے کہ آج کی سیاسی اور دینی قیادت کی فکر اور اس کی عملی جدوجہد میں تعلیم کی اصلاح کا مرکزی مقام تو ایک طرف رہا' قانونی درجے کا مقام بھی نظر نہیں آتا"۔

شاید یہ کتاب اسے مرکزی مقام دلانے کا کچھ احساس پیدا کر سکے۔

(احمد انس)

عظمت رفتہ: از: ڈاکٹر عبدالحلیم عویس۔ مترجم: ڈاکٹر مقتدیٰ حسن یاسین۔ ناشر: ادارۃ البحوث الاسلامیہ' جامعہ سلفیہ' بنارس۔ صفحات ۱۶۰۔ قیمت درج نہیں۔

اسباب زوال امت' مسلم اور غیر مسلم مورخین و مفکرین کا ایک مرغوب موضوع رہا ہے۔ مصنف نے اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے "مسلم حکومتوں کے زوال کا عبرت آموز جائزہ" پیش کیا ہے۔ انھیں مغربی ماہرین تاریخ کے اس فلسفے سے اتفاق نہیں کہ تاریخ ہمیشہ عمودی شکل میں اپنا راستہ طے کرتی ہے۔ اس اعتبار سے اسلام کی عظمت رفتہ کی بحالی کا امکان نہیں (لیکن اسلام سے خوف' اسلامی تحریکوں کا راستہ روکنے کی مجنونانہ کوششیں اور "بنیاد پرستی" کی آڑ میں مسلمانوں کے خلاف مہم چہ معنی دارد؟ گویا خود مغرب اپنے فلسفیوں کی اس تھیوری پر یقین نہیں رکھتا؟) --- لیکن ڈاکٹر عویس "جو تھا نہیں ہے' جو ہے نہ ہوگا" کے برعکس اسلام اور اہل اسلام کے بارے میں "ادھر ڈوبے ادھر نکلے' ادھر ڈوبے ادھر نکلے" کے قائل ہیں۔ ان کے خیال میں اسلام کے باب میں تاریخ کی حرکت screw ـ shaped ہے' جس میں منظم طور پر ہبوط و صعود کے مرحلے آتے ہیں۔ ہبوط اس وقت ہوتا ہے' جب اندرونی طور پر اختلاف و فساد پیدا ہو جائے' اور صعود اس وقت ہوتا ہے' جب خارجی چیلنجوں کو قبول کرلیا جائے --- وہ مزید کہتے ہیں کہ امت کے تاریخی تجربے میں ہبوط کے مرحلے اندرونی حالات سے مربوط رہے ہیں۔ اس امت پر باہر سے جتنی زد پڑی' اس سے زیادہ اندر سے پڑی' بلکہ خارجی دشمنوں کو نقصان پہنچانے کا موقع ہی اس وقت ملا' جب اندر لگے ہوئے گھن کے ذریعے ان کو راہ ملی۔

اپنے موقف کی تائید میں مصنف نے چودہ سو سال کی مسلم حکمرانی کی تاریخ سے استدلال کیا ہے' اور یہ استدلال خاصا قوی ہے --- انھوں نے تاریخ کے بعض ایسے واقعات و حوادث کی طرف متوجہ کیا ہے' جن کی طرف عام مورخین کی نظر نہیں جاتی' یا وہ انھیں قابل ذکر نہیں سمجھتے

---- مصری عالم اور دانش ور ڈاکٹر عبدالحلیم عویس نے' جو امام محمد بن سعود یونیورسٹی میں اسلامی تاریخ و تمدن کے استاد ہیں' مسلم عروج و زوال کی عبرت ناک و سبق آموز تاریخ پر باندازِ دگر نظر ڈالی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کتاب میں ہماری تہذیب کے ان پتوں کا ذکر ہے جو مرجھا چکے ہیں' اور ان مسلم حکومتوں کے زوال کی داستان ہے' جو بھیانک امراض میں مبتلا ہو کر فنا ہو گئیں ---- یہ "بھیانک امراض" کیا تھے ؟

اول : "غنیمت" کا مرض' جو ہماری اولین شکست کا سبب بنا۔ پہلے معرکے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کے باوجود' تیر اندازوں نے آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی اور اندیشہ کیا کہ "غنیمت" کا مال ہاتھ سے نکل جائے گا ---- یہ سلسلہ فرانس پر عبدالرحمٰن غافقی کی فوج کشی تک چلتا ہے۔ غافقی ایمان کی قوی روح سے سرشار تھا۔ وہ سپین کی سرحدوں کو عبور کر کے فرانس کے اندر پیش قدمی کر رہا تھا کہ ۱۱۴ھ میں "بلاط الشہداء" کے معرکے میں شہید ہو گیا اور عربوں کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس کا سبب بھی وہی غنیمت تھا۔ مسلمانوں کی پشت فتوحات سپین کے غنائم سے بوجھل تھی (عربوں کی یہ عادت تھی کہ وہ مال غنیمت ساتھ لے کر چلتے اور فوج کے پیچھے ایک ٹولی اس کا تحفظ کرتی)' نصرانیوں نے اس کمزوری کو بھانپ کر اسی حصے پر حملہ کیا۔ عرب اس چال کو نہیں سمجھ سکے۔ ان کی بعض ٹولیاں' مال غنیمت کے تحفظ کے لیے عقبی حصے کی طرف پلٹیں۔ لڑنے والی فوج کے نظام میں ابتری پیدا ہوئی۔ ایسے میں فوج کو منظم کرنے کی غافقی کی کوششیں بے سود ثابت ہوئیں ---- یہ معرکہ' یورپ کے اندر مسلم پیش قدمی کی مراجعت کا نقطہ آغاز ثابت ہوا' کیونکہ بقول مصنف : "مادے کی چمک دمک ایمان کی شعاعوں پر غالب آ چکی تھی۔"

ڈاکٹر عویس نے تاریخ کی ایسی ہی تفصیلات کی روشنی میں' چار عنوانات کے تحت' اپنا موقف واضح کیا ہے۔ یورپ میں ہمارے زوال کی داستان' مشرقی حکومتوں کا زوال' مغربی حکومتوں کا زوال' عصر جدید میں ہمارا زوال ---- اس ضمن میں انھوں نے اندلس کے امویوں' مصر کے طولونیوں' فارس کے سامانیوں' طبرستان کے علاحدگی پسندوں' الجزائر کے خوارج اور بنو حماد' مغرب کے مرابط' تیونس کے اغالبہ' عثمانی ترکوں' سلجوقیوں' فاطمیوں اور سسلی سے مسلمانوں کے اخراج کے حوالوں سے مسلم زوال و ہزیمت کے حسب ذیل نمایاں اسباب تلاش کیے ہیں:

۱ - نظام خلافت کی' موروثی بادشاہت میں تبدیلی' جس کے نتیجے میں امویوں میں نسلی برتری کا احساس' جس نے ایک خطرناک اور مہلک تہذیبی مرض کی حیثیت اختیار کر لی اور امت کے جسم

اور روح کے مابین انفصال پیدا ہو گیا۔ اس سے بگاڑ اور ظلم و فساد کی ہزار خرابیاں نمودار ہوئیں۔

۲- نسلی بنیادوں پر قومیت کا نعرہ' جس نے اندلس سے مسلم پسپائی سے لے کر' دور جدید میں عرب ترک آویزش کے نتیجے میں دونوں کے زوال تک میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ بقول مصنف : "عرب قومیت نے عربوں کو انتہائی نیچی سطح پر پہنچا دیا ہے۔ تعجب انگیز امر یہ ہے کہ لبنان اور فلسطین کے واقعات سے انھیں کوئی سبق نہیں ملا"۔

۳- معاملات و مسائل کی باگ ڈور عورتوں اور دربانوں کے سپرد کر دینا' مسلم تاریخ کا ایک عبرت ناک منظر ہے۔ یہ سلسلہ بعض اندلسی اموی حکمرانوں سے شروع ہوا اور پھر کتنی ہی حکومتیں عورتوں کے ہاتھوں برباد ہوئیں۔

۴- جاگیرداری نظام کا اجرا اور فروغ۔

۵- فقہا کا غیر معتدل تکفیری رویہ' جس کا ایک شکار امام غزالی بھی ہوئے۔ "احیاء العلوم" جلائی گئی اور اس کا رکھنا جرم قرار پایا۔ ان فقہا کے نزدیک کتاب و سنت کی حیثیت ثانوی ہو کر رہ گئی۔ یہ لوگ امربالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے سے غافل تھے۔

ضمنی وجوہ میں سلاطین کی عیش پرستی' حکومتی شعبوں کا بگاڑ' رشوت کی گرم بازاری' اعتقادی و فکری گمراہی اور صلیبی و صیہونی طاقتوں کی ریشہ دوانیاں شامل ہیں' مگر یہ سب' مذکورہ بالا اصل وجوہ ہی کا شاخسانہ تھیں --- ڈاکٹر عویس نے دور حاضر میں مسلم زوال کے ضمن میں ایک پتے کی بات کہی ہے کہ : "امت' حقیقی صالحین کو نظرانداز کر کے اپنی بیماریوں کا علاج دشمنوں کے یہاں تلاش کرتی ہے۔"

مصنف نے اسباب و وجوہ سے آگے بڑھ کر بعض ان قیمتی نکات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جن کی طرف توجہ دینا' امت خصوصاً حکمرانوں کی حقیقت پسندی کا تقاضا ہے --- ان میں سب سے اول اور اہم روح جہاد ہے' جو امت کے فکری و معنوی اور مادی وجود کو برقرار و متحد رکھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ "لوگوں کے دلوں میں اسلام کی جڑیں گہری کی جائیں" اور اس کے لیے بہترین طریقہ جہاد ہے۔ صلاح الدین ایوبی کو اپنے زمانے میں بہت سے مسائل کا سامنا تھا' مگر اس نے ان میں الجھنے اور امت کو الجھانے کے بجائے صلیبی خطرے کا حقیقی ادراک کیا اور تدبیر جہاد کو' نازک صورت حال سے عہدہ برآ ہونے کے لیے' ایک کامیاب گر کے طور پر اختیار کیا --- دفاع وہی کر سکتا ہے جو حملے کی قوت رکھتا ہو اور جہاد کے سوا' حملے کی قوت حاصل کرنے کا کوئی اور بہتر ذریعہ نہیں ہے --- دوسری چیز امت کے اندر زندگی کی قوت بیدار

کرنا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بیرونی امداد اور سہاروں سے کبھی خاطر خواہ فائدہ نہیں پہنچ سکا' اور "اندرونی قوت" کتاب و سنت کے احترام اور شریعت کی پابندی سے پیدا ہوتی ہے۔ (اور اسی کے نتیجے میں انفرادی و اجتماعی زندگی صحیح رخ اختیار کرتی ہے) ـــــ جہاں اللہ تعالیٰ کے قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے' وہاں فسق و فجور فروغ پاتا ہے۔ (قرآن حکیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا' بلکہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں)۔ اور نافرمانوں کو اللہ کی طرف سے مہلت ملتی ہے' اس سے ان کے اندر اور زیادہ جرات پیدا ہوتی ہے۔ پھر زوال کے جملہ اسباب جمع ہو جاتے ہیں ـــــ یہ وہ تیسرا اہم نکتہ ہے جو امت کے پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

مسلم حکومتوں کے زوال و عبرت کا مرقع پیش کرتے ہوئے مصنف مایوسی کا شکار نہیں ہوئے۔ وہ غیر معمولی جرات سے تاریخ کی از سرِ نو تشریح کے قائل ہیں کہ ہماری تاریخ' ایک روشن مستقبل کا راستہ دکھاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں: "یہ امت ضرور باقی رہے گی' اور ضرور اپنا کردار ادا کرے گی' اور ضرور اپنی غفلت دور کرے گی۔ تاریخ کے چودہ سو سالہ مزاج سے ہمیں اسی کا یقین ہوتا ہے۔"

اسلام کی بالادستی کے لیے مصنف کی قلبی لگن ان کے اندازِ تحریر سے واضح ہے' جو قاری کو متاثر کرتا اور دعوتِ غور و فکر دیتا ہے ـــــ یہ ان مفید کتابوں میں سے ہے جن کی اشاعت امت کے بہی خواہوں' اور اس کے مستقبل کے بارے میں فکر و تدبیر کرنے والوں کے ہاں خیر مقدم کے لائق ہوتی ہے۔ (رفیع الدین ہاشمی)

بنیاد پرستی اور تحریک اسلامی: از ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی۔ ناشر: مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی۔ صفحات ۶۴۔ قیمت ۶ روپے۔

حالیہ برسوں میں "بنیاد پرستی" کی اصطلاح' مشرق و مغرب میں بحث مباحثے کا موضوع رہی ہے۔ اہلِ مغرب نے بڑی چالاکی سے اس اصطلاح کے ذریعے' مسلمانوں خصوصاً احیائے امت اور اسلامی نشاتِ ثانیہ کے لیے کام کرنے والی تحریکوں کو مطعون کرنے کی کوشش کی ہے ـــــ بذاتِ خود اس اصطلاح میں بڑا ابہام ہے ـــــ اہلِ اسلام کے بعض حلقوں نے اس اصطلاح کو دلائل کے ساتھ رد کر دیا ہے' مگر بعض افراد کے نزدیک ایک خاص مفہوم میں اسے قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمن فریدی بھارتی مسلمانوں کے معروف رہنما ہیں اور وہاں کے